کمیٹی رقوم
جمع کرنے کی شرعی حیثیت

مولانا مفتی محمد عیسیٰ
توحیدی مسجد جامعہ فتاح العلوم نوشہرہ سانسی (گوجرانوالہ)

مندرجہ ذیل اہم عنوانات پر تفصیلی بحث۔

1 ...... جوا کی تفسیر وتشریح۔
2 ...... مروجہ بیعانہ کا حکم۔
3 ...... بیع عربان کی مفہوم اور اس کے ممانعت۔
4 ...... مروجہ کمیٹی کی چند صورتیں اور ان کا شرعی محاسبہ۔
5 ...... کمیٹی کی چند صورتیں اور خرابیاں۔
6 ...... خرابی اول (رقم کا پیشگی مل جانا اور ادھار میں کمی بیشی کرنا۔
7 ...... امام سرخسیؒ کا قول فیصل۔
8 ...... کمیٹی کی جملہ صورتوں پر تبصرہ۔
9 ...... الاعتبار فی العقود بمقاصدها لا بالفاظها
10 ...... کمیٹی رقوم امانت اور قرض نہیں ہے۔
11 ...... قرض میں منفعت کی خرابیاں۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم

یا ایها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوهُ لعلكُم

تُفلحون (سورۃ مائدہ آیت 90 رکوع 12) ایمان والو! شراب، جوا، بت، اور پانسے گندگی ہیں شیطان کا کام ہے۔ ان سے اجتناب کرو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو"

امام ابوبکر احمد جصاص رازیؒ متوفی ۳۷۰ھ جوے کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں **و قال قوم من اهل العلم القمار كله من الميسر و اصله من تيسير امر الجزور بالاجتماع على القمار فيه وهوا لسهام التى يحيلونها فمن خرج سهمه استحق منه ما توجبه علامة السهم فربما أخفق بعضهم حتى لا يحظى بشئ و ينجح البعض فيحظى بالسهم الوافر وحقيقته تمليك المال على المخاطرة** (احکام القرآن جلد 2 صـ 465)

اہل علم کی ایک جماعت نے قمار کی جملہ اقسام کو میسر قرار دیا ہے۔ یہ لفظ تیسیر سے مشتق ہے، بمعنی آسان کرنا، اہل عرب اونٹ ذبح کر کے جب اسکے حصے بنا لیتے تھے تو اسکی تقسیم میں جوے سے کام لیتے تھے اس کو تقسیم کا بہتر اور آسان طریقہ خیال کرتے تھے۔ چند تیروں کو اپنی وضع کردہ اصطلاح کے مطابق ادھر اُدھر چلاتے۔ جس کا تیر نکل آتا اور اس پر جو علامت ہوتی اتنا حصہ اسے مل جاتا۔ کبھی کسی کا تیر پھڑ پھڑاتا ہوا جاتا تو اسے کچھ نہ ملتا اور دوسرا شخص کامیاب ہو جاتا اور اپنے حصہ سے بھی زیادہ لے لیتا اور اس کا دارومدار ایک دوسرے کو فکر اور اندیشے کی بنا پر مال کا مالک بنا دینا ہوتا ہے۔ ہر شخص نتائج سے قبل ایک فکر میں مبتلا ہوتا ہے کہ اسے کیا ملے گا کم یا زیادہ یا صفر درجہ میں ہوگا۔ اس میں اسکی محنت عمل اور شرکت معاملہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جو اضافی رقم اسکو ملی ہے وہ اسکی محنت اور سعی کا صلہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ رقم عقد اور معاملہ میں اس شرط کے باعث حاصل ہوئی ہے کہ اس سے قبل اس شرط کا وجود اور عدم ہر شریک کے لئے خطرے اور تشویش کا موجب ہے۔

مروجه بیعانه کا حکم: بیع و شراء کے عقد اور معاملات میں جہاں جسکی ایک شق میں بھی تردد اور خطرہ پایا جاتا ہو، بجائے فائدہ کے نقصان کا اندیشہ لاحق ہو۔ اس میں نقصان کی اس شرط کو ملحوظ رکھا گیا ہو کہ فریقین اس سودے پر مقررہ میعاد تک رضامند ہو جائیں تو فبہا ورنہ اگر مشتری اس سودے کو مسترد کر دے تو بطور تاوان اسکی رقم ضبط کر لی جائے گی۔ اور اگر بائع کو منظور نہ ہو تو بیعانہ سے دوگنی رقم کا ادا کرنا اس پر لازم ہوگا۔ اس شرط کی وجہ سے یہ عقد باطل ہے۔ اس تردد اور اندیشہ کے اختلاط سے ساری محنت اکارت ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کا بیع عربان سے منع کرنا اسی مقصد پر مبنی ہے۔ **ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع العربان قال مالكؒ وذلك فيما نرى والله اعلم يشترى الرجل العبد او الوليدة او يتكارى الدابة ثم قال للذى اشترى منه او تكارى منه اعطيتك ديناراً أو اكثر من ذلك او أقل على أنى ان اخذت السلعة او ركبت ما تكاريت منك فالذى أعطيتك من ثمن السلعة او من كراء الدابة و ان تركت ابتياع السلعة او ركبت ما تكاريت منك فالذى اعطيتك من ثمن السلعة او من كراء الدابة و ان تركت ابتياع السلعة او كراء الدابة فما اعطيتك لك باطل بغير شئ** (زرقانی جلد 3 صـ 94, 95)

آنحضرت ﷺ نے عربان نامی بیع سے نہی فرمائی ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں (واللہ اعلم) ہمارے ہاں اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص غلام یا لونڈی خرید کرتا ہے یا کرایہ پر سواری کے متعلق بات طے کرلیتا ہے۔ پھر جس سے سامان خریدا ہے اس کو یا سواری کے مالک کو کہتا ہے میں تمہیں ایک دینار یا درہم یا اس سے کم وبیش رقم دیتا ہوں اس شرط پر کہ اگر میں نے سامان اٹھالیا اور کرایہ کی سواری پر سواری کرلی تو یہ رقم سامان کی قیمت یا سواری کے کرایہ میں شمار ہوگی اور اگر میں نے سامان کی خریداری اور جانور کی سواری چھوڑ دی تو پیشگی رقم جو میں نے جمع کرائی ہے وہ تیری ہے تو یہ عقد باطل ہے

نیل الاوطار میں علامہ شوکانیؒ بیع عربان میں نہی کی علت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں **والعلة فی النهی اشتماله علی شرکین فاسدین احدهما شرط یکون ما دفعه الیه یکون مجانا ان اختار ترک السلعة والثانی شرط الرد علی البائع اذ لم یقع منه الرضا بالبیع** (اعلاء السنن جلد 14 صـ 166) عربان نامی بیع پر آنحضرت ﷺ نے اسلئے رد کیا ہے کہ اس میں 2 فاسد شرطیں پائی جاتی ہیں۔ خریدار اگر سودا چھوڑ دیتا ہے تو شرط کی وجہ سے اس کی پیشگی رقم مفت میں گئی۔ اور اگر بیچنے والا رضامند نہ ہوتو بطور شرط کے اُسے دُگنا دینا پڑتا ہے۔

اس بیع میں جوا اور ربا دونوں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ پہلی صورت میں مشتری کی رقم ضائع ہوئی۔ بائع کو بیع کے ساتھ کچھ اور بھی مل گیا یہ ربوا ہے دوسری صورت میں مشتری کو پیشگی رقم کی واپسی کیساتھ اتنی رقم اور بھی مل گئی۔ اور مقررہ مدت کی آمد سے پہلے معلوم نہیں تھا۔ ہر شخص تاوان سے ہراساں تھا اور انعام کی فکر میں تھا کہ تاوان کس پر پڑتا ہے یہ بعینہ قمار ہے۔

ان اصولی اور تمہیدی کلمات کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

مروجہ کمیٹی کی چند صورتیں اور ان کا شرعی محاسبہ:

اس وقت ہمارے معاشرے میں کمیٹی نے بڑا اوج پایا ہے۔ یہ دراصل قرض کا اشتراک ہوتا ہے چند افراد مل کر یہ طے کرلیتے ہیں کہ اتنی مدت تک کیلئے کھاتہ میں ہر شریک مقررہ رقم جمع کرائیگا۔ پھر حسب شرائط قرعہ سے یا بغیر قرعہ کے جمع شدہ رقم تقسیم کی جاتی ہے۔ اور کل رقم ایک شخص کو دی جاتی ہے۔ علی ھذا القیاس یکے بعد دیگرے سب کے سب شرکاء اس عقد سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یک مشت اتنی خطیر رقم سے انسان اپنی اہم ضرورت پوری کرسکتا ہے۔

کمیٹی کی چند صورتیں: 1 ...... دس اشخاص دس دس ہزار روپے کی شرکت سے ایک لاکھ روپے جمع کر لیتے ہیں اور حسب معاہدہ ساری رقم ایک شخص لے لیتا ہے۔ اب اس کے پاس اپنی رقم کے علاوہ نوے ہزار روپے اضافی جمع ہوگئے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ اضافی رقم جو اس کو پیشگی حاصل ہوئی ہے اس نے اس کا کون سا معاوضہ ادا کیا ہے ہاں شرکاء نے آپس میں اپنی اپنی باری میں ایک دوسرے کو قرض دینے کا جو عہد کیا ہے یہ اضافی رقم اسکی مرہون منت ہے

کمیٹی کی یہ وہ صورت تھی جس میں مالک کی اصل رقم میں کمی بیشی نہیں ہوئی نمبروار فائدہ اٹھانے میں تقدیم وتاخیر واقع ہوگئی ہے کمیٹی

کی اس صورت میں شرعاً چار خرابیاں ہیں جن کی تفصیل کمیٹی کی جملہ صورتوں پر تبصرہ کے عنوان سے آپ مطالعہ کریں گے۔

2 ...... لاکھ روپے کی اس کمیٹی میں اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے لاکھ روپے کی بجائے پچانوے ہزار روپے فی الفور دے دیئے جائیں جیسا کہ رائج ہے تو اس صورت میں اس نے پانچ ہزار روپے کے عوض کمیٹی خرید لی۔ اور ساری رقم سے فائدہ اٹھالیا۔ لیکن پانچ ہزار روپے کی کمی کے باعث یہ نقصان میں رہا اور دوسروں کو اس پانچ ہزار روپے میں سے اضافی روپے مل گئے، ایسی صورت میں شریعت کی دونوں شقوں کی خلاف ورزی کی گئی۔ یعنی رقم کا پیشگی مل جانا اور ادھار میں کمی بیشی کرنا۔

نوٹ: اس طریقہ کار سے اتنی بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کمیٹی کی ساری رقم سے پہلے فائدہ اٹھانا بڑی منفعت کی چیز ہے۔ اگر یہ فائدے کی اور قیمتی چیز نہ ہوتی تو کچھ عرصہ بعد ملنے والی رقم کو یہ شخص ساڑھے چار ہزار روپے کے عوض نہ خریدتا، ادھار میں کمی کر کے اسے جلدی وصول کرنے کو شریعت مقدسہ میں ربوا کہا گیا ہے۔

(1) عن عبد الله بن عمر انه سئل عن الرجل يكون له الدين على الرجل الى اجل فيضع عنه صاحب الحق و يعجله فكره ذلك عبد الله بن عمر ونهى عنه (موطا امام مالکؒ 279)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر میعادی قرض ہے۔ صاحب حق اپنے قرض میں سے اس شرط پر کچھ چھوڑ دے تاکہ دوسرا اسے جلدی ادا کرے تو انہوں نے اسے ناپسند کیا اور منع فرمایا۔

(2) عن زيد بن اسلم انه قال كان الربا فى الجاهلية ان يكون للرجل على الرجل الحق الى اجل فاذا حل الحق قال أتقضى ام تربى فان قضى اخذ والازاده فى حقه واخر عنه فى الاجل (موطا امام مالکؒ ۲۷۹)

زید بن اسلمؒ کہتے ہیں دور جاہلیت میں ربا یہ ہوتا تھا کہ جب قرض کی میعاد پوری ہوتی تو قرض خواہ قرضدار سے کہتا تھا کہ ادا کرنا چاہتا ہے یا ربا دینا چاہتا ہے۔ اگر وہ ادا کر دیتا تو فبہا ورنہ مالک قرض میں اضافہ کر کے میعاد بڑھا دیتا۔

(3) قال مالك و ذلك عندنا بمنزلة الذى يوخر دينه بعد محله عن غريمه و يزيده الغريم فى حقه قال فهذا الربا بعينه لا شك فيه (مؤطا امام مالکؒ صـ ۲۷۹)

3 ...... بصورت دیگر سو آدمی کمیٹی میں شرکت کرتے ہیں اور اس میں طے پاتا ہے کہ جن چالیس آدمیوں کا قرعہ پہلے نکلے گا ان کو بالترتیب ایک مخصوص حصہ دیکر فارغ کر دیا جائیگا یہ لوگ فائدے میں رہے۔ اسکے بعد کمیٹی کا ذمہ دار شخص ساٹھ آدمیوں کو ان کی جمع شدہ رقم کی مقدار فی الفور ادا کر دیگا۔ اس میں کمیٹی جمع کرنے والا شخص کافی پیسے کما لیتا ہے ۔ وغیر ذلک من الصور

اس شکل میں تین واضح خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

۱۔ چالیس آدمیوں کو اضافی رقم کا ملنا۔

۲۔ رقم کا پیشگی مل جانا۔

۳۔ قرعہ اندازی سے اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا۔

نوٹ:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرعہ اندازی کو شرعاً تسلیم کیا گیا ہے اور اسکے ذریعے سے جو چیز حاصل ہو وہ جائز اور حلال ہونی چاہیے لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم قرعہ اندازی کی صحیح صورت حال پر بحث کر کے اسکا شرعی نقطہ نظر تحریر کریں۔

ایسی قرعہ اندازی جس میں قرعہ ڈالنے والوں کے حقوق مساوی نہ ہوں اور صرف قرعہ کی بنیاد پر ان کا حق تسلیم کیا جائے قمار اور جوا کہلاتا ہے۔

مشرکین مکہ جوئے کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرتے تھے جسے قرآن مجید نے **رجس من عمل الشیطان** کہا ہے۔

امام ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں: **والقرعة فی الحقوق تنقسم الی معنیین احدهما تطییب النفوس من احقاق واحد من المقترعین ولا بخس حظه مما اقترعوا علیه مثل القرعة فی القسمة وفی قسم النساء و فی تقدیم الخصوم الی القاضی والثانی مما ادعاه فحالفونا فی القرعة بین عبید اعتقهم المریض و لا مال له غیرهم** (احکام القرآن ج 2 صـ 465)

حقوق میں قرعہ اندازی کے دو معنیٰ ہیں ایک تو یہ کہ قرعہ اندازی میں شریک تمام لوگوں کو ایک شریک کو حق دینے پر رضامند کرنا۔ دراں حالیکہ اس ایک شریک کا حصہ باقی سے کم نہ ہو مثلاً عورتوں کی باری کی تقسیم اور قاضی کے پاس پہلے مقدمہ لیجانے میں قرعہ اندازی اور دوسرا معنیٰ اس قرعہ اندازی میں ہے جو ان غلاموں کے درمیان ہو جنہیں مریض آدمی آزاد کرے۔ اور اس آدمی کا غلاموں کے سوا کوئی مال نہ ہو "جیسا کہ شوافع کہتے ہیں"۔

جیسے وہ قرض جس میں اضافہ کی شرط ہو ربوا ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اسی طرح ہر وہ قرض جو حصول منفعت کا ذریعہ ہو یا وہ قرض جو مشروط ہو یعنی اس شرط پر قرض دینا کہ قرض دار بھی قرض خواہ کو دوبارہ قرض دیگا۔ اس کا ذکر حدیث میں اس طرح ہے۔ **کل قرض جر منفعة فهو ربا**

یہ حدیث اگرچہ خبر آحاد میں سے ہے لیکن امت میں تلقی بالقبول کے باعث اس کا متواتر المعنیٰ میں شمار ہوتا ہے۔ اس حدیث کی شرح و تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کیے گئے ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

۱۔ **علامه ابن حزم محلی**ؒ لکھتے ہیں کہ: **لا یحل اقراض شئ لیرد الیک اقل ولا اکثر و لا من نوع آخر اصلا** (اعلاء السنن ج 12 ص 468,467) کسی کو اس شرط پر قرض دینا کہ وہ قرض سے کم واپس کرے یا اس سے زائد یا کسی اور نوع سے اسکی واپسی کرے حلال نہیں ہے۔ صرف اسی قدر اور اس قرض کی نوع سے واپسی درست ہے یہ حکم اجماع قطعی سے ثابت ہے۔

۲۔ **امام موفق**ؒ **نے مغنی** میں اس مسئلہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ **و کل قرض شرط فیه الزیادة فهو حرام بلا خلاف** جس قرض میں زیادتی کی شرط لگائے جائے تو بلا اختلاف حرام ہے۔

اس کے بعد موفقؒ نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں، ابن منذر کے مطابق۔

(الف) واجمعوا علی أن المسلف أذا شرط علی المستسلف زیادة اوهدیة فاسلف علی ذلک ان یا خذ الزیادة علی ذلک ربا (اعلاء السنن جلد 14 صـ 468) قرض خواہ اگر قرضدار پر زیادتی یا ہدیہ کی پیشگی شرط عائد کر کے قرض دے تو اس زیادتی اور ہدیہ کا لینا ربا ہوگا۔

(ب) ابی بن کعبؓ، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ ان سب بزرگوں نے ایسے قرض سے منع فرمایا ہے جو جلب منفعت کا باعث ہو۔

انهم نهوا عن قرض جر منفعة ولانه عقد ارفاق وقربة فاذا شرط فیه الزیادة اخرجه عن موضوعه (اعلاء السنن جلد 14 صـ 468,467) کسی حاجتمند کو قرض دینا احسان اور حسن سلوک کی مد میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ جب کوئی شخص قرض میں زیادتی کی شرط لگاتا ہے تو اس کو اپنے اصل موضوع سے خارج کر دیتا ہے۔

ان عبارتوں میں جس شرط کا ذکر ہے وہ دو طرح کی ہے۔ ایک وہ شرط جس میں برابر کا نفع ہوتا ہے یعنی اس شرط کی وجہ سے قرض خواہ کو اگر زائد فائدہ حاصل ہوتا ہے تو قرضدار بھی فائدہ حاصل کئے بغیر نہیں رہتا۔ جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے **وان شرط ان یوجره داره او یبیعه شیئا او یقرضه المقترض مرة اخری لم یجز** (اعلاء السنن جلد 14 صـ 499) اس شرط پر کہ وہ اس کو اپنا مکان کرایہ پر دے گا یا اس کو کوئی چیز فروخت کریگا یا یہ کہ قرضدار بھی قرض خواہ کو دوسری دفعہ قرض دے گا یہ سب صورتیں ناجائز ہیں۔

دوسری وہ شرط جس میں صرف قرض خواہ کا فائدہ ہو اور قرضدار کو نقصان ہو تو ظاہر ہے کہ اسکی حرمت اس پہلی شرط کی حرمت کی نسبت زیادہ ہوگی۔ **وان شرط ان یوجره داره باقل من اجرتها او علی ان یستاجر دار المقرض باکثر من اجرتها او علی ان یهدی له او یعمل له عملا کان ابلغ فی التحریم** (اعلاء السنن ج 14 صـ 499) اور اگر یہ شرط قرار پائی کہ قرضدار اپنا مکان قرض خواہ کو کم کرائے پر دیگا۔ یا قرضدار قرض خواہ کا مکان معمول سے زیادہ کرائے پر لیگا۔ یا وہ اسکو ہدیہ دے گا یا اسکا کوئی کام کریگا تو یہ حد درجہ حرام ہے۔

سلسلہ شرائط میں امام سرخسیؒ بطور قول فیصل ارشاد فرماتے ہیں۔ **وفیه دلیل انه انما یجوز ان یشترط فی الصلح ما لا یکون مخالفا لحکم اللہ تعالیٰ وأما الذی یکون مخالفا لحکم اللہ تعالیٰ لا یجوز اشتراطه فی الصلح لقوله ﷺ کل شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل وان کان مائة شرط معناه لیس فی حکم اللہ فالمراد با لکتاب الحکم کما قال اللہ تعالی کتاب اللہ علیکم** (المبسوط للسرخسیؒ جلد 20 صـ 138)۔

حدیث مذکورہ یعنی (کل شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل) میں اس امر کی دلیل ہے کہ صلح میں ایسی شرط لگائی جائے جو

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مخالف نہ ہو۔ جو شرط اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہوگی صلح میں ایسی شرط لگان جائز نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ہر وہ شرط جس کا ذکر کتاب اللہ تعالیٰ میں نہیں ہے وہ باطل ہے اگر چہ اس قسم کی سو شرائط ہی کیوں نہ ہوں یہاں کتاب اللہ سے مراد حکم اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم جیسا کہ آیت **کتاب اللہ علیکم** میں یعنی اللہ تعالیٰ کا تم پر حکم ہے۔

کمیٹی کی جملہ صورتوں پر تبصرہ:۔۔۔ مندرجہ بالا دلائل اور تشریحات سے روز روشن کیطرح واضح ہو گیا ہے کہ مروجہ کمیٹی کی مختلف صورتوں میں شرعی نقطہ نظر سے چند خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

(۱) اصل رقم کے علاوہ اضافی رقم کا پیشگی حاصل ہو جانا اور اس سے نفع اٹھانا جو کہ ربوا ہے۔

(۲) قرعہ اندازی کے ذریعے کمیٹی تقسیم کرنا جبکہ ہر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ میرا قرعہ پہلے نکلے اور یہ جوئے کی ایک قسم ہے۔

(۳) قرض مشروط یعنی قرض کے ساتھ یہ شرط لگانا کہ دوسری مرتبہ قرضدار بھی قرض خواہ کو قرض دیگا۔ ایسی صورت میں قرض تبرع اور احسان کی مد سے نکل کر معاملہ اور سود کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۴) شرعی اعتبار سے کمیٹی میں قرض میں جب اپنی اصل وضع سے خارج ہو کر عقد اور بیع کی شکل اختیار کر لی ہے تو لازم ہے کہ نقدی دین ایک مجلس میں ہونا چاہئے کیونکہ سونے اور چاندی میں کمی بیشی اور ادھار ربوا ہے حالانکہ کمیٹی کا کھاتہ ادھار پر چلتا ہے۔

(۵) کمیٹی میں جمع کردہ رقم میں کمی بیشی کرنا اور قرعہ میں پہلے آنے والے ناموں کی ایک خاص مقدار کو جنھوں نے چند ایک اقساط جمع کرائی ہوں ان کو کمیٹی کی پوری رقم دیکر آئندہ اقساط جمع کرانے سے مستثنیٰ قرار دینا تو یہ دونوں صورتیں عین ربوا ہیں اور قمار میں داخل ہیں۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ قرض تعاون کی ایک صورت ہے اور کمیٹی جمع کرنے والا اس مجموعہ رقم کا امین ہے اور قرض میں تقابض فی المجلس شرط نہیں ہے۔ لہذا یہ لین دین جائز ہے۔ لیکن ان حضرات نے قرض اور عقد میں فرق نہیں کیا قرض تو محض ایک تبرع اور احسان ہوتا ہے۔ اور کمیٹی میں قرض کے عوض قرض بطور شرط کے ہوتا ہے تو یہ ایک معاملہ ہوا۔ **الاعتبار فی العقود بمقاصدھا لا بالفا ظھا** یعنی معاملات شرعیہ میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ محض الفاظ کا۔ کمیٹی جمع کرنے والا اس معنی میں امین ہوتا ہے کہ آفات سماوی سے تلف ہونے والی رقم کا اسکو تاوان نہیں اٹھانا پڑتا۔ لیکن اس کے ساتھ وہ معاملہ شریک بھی ہوتا ہے۔ اور اس امانت میں وہ کمیٹی کی جملہ شرائط کا پابند ہوتا ہے۔ بغیر رضامندی جملہ شرکاء کے وہ عند الطلب کسی ایک کے لئے قرض کی واپسی کا ذمہ نہیں اٹھاتا۔ نیز امانت برائے حفاظت ہوتی ہے نہ کہ حصول نفع کے لئے اور یہاں کمیٹی میں شریک شخص کو امین منتخب کیا جاتا ہے جو اس امانت میں حصہ دار ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قرض میں تقابض فی المجلس شرط نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ ایک خاص مدت تک دئے گئے قرض میں مدت کا شرعاً اعتبار نہیں ہوتا۔ کہ اگر کسی شخص کو قرض دیا تو وہ مقررہ مدت سے پہلے بھی طلب کر سکتا ہے۔ اور کمیٹی میں تو مدت مقررہ کی شرط لگائی جاتی ہے۔ اس مدت سے پہلے قرض خواہ قرض طلب نہیں کر سکتا جب ثابت ہوا کہ قرض کسی شرط کو قبول نہیں کرتا اور یہاں مدت کی شرط کمیٹی کی اصل غرض ہے تو کمیٹی کے

معاملہ کو قرض پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ نیز کمیٹی جمع کرنے والا دوسرے ہر ایک فرد کو اسکی صرف اپنی رقم واپس نہیں کرتا۔ بلکہ حسب ضابطہ ہر فریق کی باری میں اسکے قرض کیساتھ دوسرے شرکاء کی جمع شدہ اضافی رقم بھی واپس کرتا ہے اور یہ اسکے فرائض میں داخل ہے۔ اور قرض میں عندالطلب قرض کی رقم ادا کیجاتی ہے نہ کہ زیادہ۔ قرض میں امانت کی صورت تو یہ تھی کہ ایک شخص کسی کے پاس مختلف اقساط جمع کراتا ہے اور جب اتنی بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے تو وہ اپنی ضرورت کے لئے اسے کام میں لاتا ہے۔ (تمت)

قرض میں منفعت کی ایک دو خرابیوں کی نشاندہی: - ہمارے ہاں قرض کے ذریعے منافع حاصل کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ مالک دکان کرایہ دار کو قرض کی شرط پر دکان کرایہ پر دیتا ہے۔ مالک جب تک قرض واپس نہیں کرتا کرایہ دار سے دکان خالی نہیں کرا سکتا اور قرض کی وجہ سے کرایہ میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں پگڑی کا سسٹم چلتا ہے ترقی کے اس دور میں پگڑی نے مختلف شکلیں اختیار کر لی ہیں۔ کرایہ دار کی منتقلی کے وقت اس میں بولی ہوتی ہے۔ بجائے خود یہ ایک مستقل کاروبار بن گیا ہے۔ دوسرے کرایہ دار پگڑی کی رقم جمع کراتا ہے جس سے پہلے کرایہ دار کو بھی اس پگڑی کے فروخت کرنے میں منافع کا موقع ملتا ہے۔ ساتھ ہی کرائے میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے مالک کو دوطرفہ فائدہ ہوتا ہے، دیکھئے کرایہ بشرط قرض کی ایک خرابی سے کتنی خرابیاں پیدا ہوتی چلی گئیں۔

ایسے ہی زمیندار کو مزارع بھی اس منصوبہ کے تحت قرض دے دیتا ہے جب تک قرض واپس نہ ہوگا اس وقت تک یہ زمین پر قابض رہیگا۔ شرح بٹائی بھی عام معمول سے زمیندار کم لیگا مزارع کو یہ رعایتیں قرض کے باعث حاصل ہوتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کی تربیت میں جو سمجھا تھا وہ یہی تھا کہ قرض سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنا ربوا میں داخل ہے

حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ **اتیت المدینة فلقیت عبد الله بن سلام فقال الا تجئ فاطعمک سویقا و تمرا و تدخل فی بیت ثم قال انک بارض الربا بھا فاش اذا لک علی رجل حق فاھدی الیک حمل تبن او حمل شعیر او حمل قت فلا تاخذہ فانہ ربا** (بخاری ج 1 صـ 538) میں مدینہ آیا اور عبداللہ بن سلام کو ملا اور کہا میرے پاس کیوں نہیں آئے میں تجھے ستو پلاتا، خاص کھجوریں کھلاتا اور تو میرے گھر میں داخل ہوتا (جس گھر میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے) پھر فرمایا کہ تو ایسی سرزمین میں رہتا ہے جہاں ظاہر و باہر ربا کا کاروبار ہوتا ہے۔ جب تیرا کسی پر قرض ہو وہ تجھے بطور ہدیہ بھوسہ، جو، یا گھاس کی گانٹھ دینا چاہے تو مت لینا کہ یہ ربا میں داخل ہے۔ تمت بالخیر

نوٹ :- ادارہ کا مقالہ نگار کے رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ اہل قلم کو اس موضوع پر مزید تحقیق کی دعوت دیجاتی ہے۔

(ادارہ)